مرزا قادیانی کا دعوائے نبوت ——— علامات انبیاء کی روشنی میں

مولانا احمد عبدالحلیم۔ کانپوری
——— کراچی ———

سچے اور جھوٹے انبیاء کے جانچنے کی ایک کسوٹی

فلسفہ کا مسئلہ مسلمہ ہے کہ کوئی شئے اسی وقت تک متحرک رہتی ہے جب تک وہ اپنے مرکز یا منزل پر نہ پہنچ جائے۔ اسی معیار پر ہم نبوت کو بھی دیکھتے ہیں تو وہاں بھی یہ قاعدہ بالکل درست پاتے ہیں کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوا اور وہ برابر متحرک رہا۔ یہاں تک کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ کر ساکن ہو گیا۔ گویا نبوت کی اصل منزل و مرکز آپ ہی تھے۔ چنانچہ آپ پر وہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ چونکہ آپ کی پیشنگوئی کے مطابق آپ کے سامنے ہی سے کذابین کا مفتریانہ دعوائے نبوت شروع ہو گیا تھا جس نے بہت سے ذی ہوش اشخاص کو بھی جاہ و ثروت کے طمع میں یا مکر و کید کے جال میں پھانس کر اپنی طرف مائل کر لیا۔ زمانہ حاضرہ میں بھی چند اشخاص نے دنیاوی ترقی کے دوسرے اسباب سے محروم و عاری ہونے کی وجہ سے نبوت کا لباس زیب تن کر کے کتنے ہی بدنصیبوں کے مال و ایمان پر دست درازی شروع کر دی۔ ان اشخاص میں سے ایک صاحب ہمارے ہندوستان کے ایک گوردہ قادیان میں پیدا ہوئے۔ اور بیچارے دنیاوی ترقی کے تمام ذرائع و مساعی سے ناکام ہونے پر آخرکار اپنی جان پر کھیل کر آخری سعی انہوں نے یہی اختیار کی جس میں وہ اپنے علم رمل و جفر کی مہارت کی بدولت خوب کامیاب ہوئے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ خصائص انبیاء بتا دئے جائیں تاکہ مسلمان ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں اور گرفتاران بلا کی اصلاح یا حجۃ اللہ کا اتمام ہو جائے۔

یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ نبوت کی ضرورت یا تو کسی مستقل شریعت کے لئے ہوتی ہے۔ یا شریعت مستقلہ کی تحریف و تخریب کی اصلاح کے لئے ہوتی ہے۔ چنانچہ انبیائے سابقہ کے دور پر سرسری نگاہ ڈالنے سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے۔ امم سابقہ کو دو قسم کے حالات درپیش تھے۔ ایک تو یہ صورت تھی

کہ انہوں نے پہلی شریعت کے اصول کو بالکل مٹا دیا تھا۔ اور اسکی جگہ اپنے مفتریات کو پیش کرنے لگے تھے۔ اور اس وقت ایک متنفس بھی صحیح علوم کا جاننے والا نہ رہا۔ اور دوسرے وہ لوگ تھے جنہوں نے اصول کو تو نہیں مٹایا۔ مگر فروع میں ایسے تغیرات پیدا کر دئے کہ بعد میں کوئی شخص ان میں اس کا جاننے والا نہ رہا۔ جہاں اصول کا تغیر ہوا وہاں صاحب شریعت مستقلہ رسول مبعوث کیا گیا۔ اور جہاں فروع میں تغیر ہوا وہاں کوئی نبی مبعوث کیا گیا جو شریعت سابقہ ہی کی تجدید کرتا تھا۔ اور زوائد کو بالقائے الٰہی بتا دیتا تھا۔ چونکہ ہماری شریعت اس قسم کے تغیر و تبدل سے منزہ ہے اور ساڑھے تیرہ سو برس سے مسلمانوں میں ایک جماعت حاملِ علوم نبویہ و سنن مصطفویہ و آثار صحابہ چلی آتی ہے۔ اس لئے اب تک کوئی کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا۔ اس لئے ہمارے یہاں کسی نبی مستقل یا غیر مستقل کی ضرورت بھی نہیں۔ لیکن اگر ایسا تغیر و تبدل ہمارے یہاں بھی ہوا تو اس تغیر و تبدل کے بعد دنیا کو مہلت نہ دی جائے گی بلکہ نفخ صور کر کے قیامت قائم کر دی جائے گی۔

ضرورتِ نبوت کا یہ معیار معین ہو چکنے کے بعد اب غور فرمائیے۔ کہ مرزا صاحب نے جو نبوتِ کاذبہ کا دعویٰ کیا اس سے دین کو کیا نفع پہنچایا یا بالفاظ دیگر نبوت کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ علوم نبویہ قرآن و حدیث ساڑھے تیرہ سو برس سے بالکل محفوظ و مصئون ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک محفوظ رہیں گے۔ اور ایک جماعت ان پر عامل بھی رہے گی۔ اور اپنے اعمال صالحہ میں سنّت نبویہ و آثار صحابہ کا نمونہ دکھاتی رہے گی۔ اسلام کے معظم عقائد میں سے توحید و رسالت و قیامت ہے۔ اور معظم ارکان میں سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور عندالضرورت جہاد ہے۔ چنانچہ بحمداللہ دنیائے اسلام سے نہ یہ عقائد ہی رخصت ہوئے اور نہ ان ارکان ہی کا انکار کیا گیا۔ پھر نہیں معلوم کہ مرزا صاحب کی نبوت آخر کس ضرورت پر مبنی تھی اور اس سے انہوں نے کیا کام کر کے دکھایا۔

اب ہم کچھ خصائص انبیاء بھی ذکر کرتے ہیں، جو سچے نبی کی جانچ کا نہایت سہل معیار ہے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔ (اور ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا۔ اور وہ آپکی شان کے لائق نہ تھا۔) مرزا صاحب نے اردو، فارسی، عربی ہر زبان میں شاعری کی ہے۔ اور شاعری بھی وہ کہ جس میں میر جعفر کی زٹل اور سودا کی ہجو بھی ان کے اشعار کے آگے شرماتی ہے۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام نے کبھی گالیاں نہیں بکیں۔ حدیث میں تو صدیق کے بارے میں بھی یہ آیا ہے کہ وہ لعنت اور سبّ و شتم نہیں کرتا۔ نبی کی شان تو بہر حال بلند ہے۔

۳۔ کبھی کسی نبی نے اپنے دلائل نبوت میں نہ کوئی پیشنگوئی کی اور نہ اُس پر تحدی (چیلنج) کی۔ کہ اگر پوری نہ ہو تو میں روسیاہ، کاذب، خدا کی طرف سے نہیں، مجھے پھانسی دی جائے۔ گلے میں رسّا ڈال کر کھینچا جائے وغیرہ جیساکہ مرزا صاحب کیا کرتے تھے کہ قبل از مرگ واویلا اپنی پیشنگوئی کے ساتھ ہی وہ تکذیب و تغلیط سے پہلے ہی اپنے کو کوس لیا کرتے تھے جسطرح جاہل بھٹیاریاں لڑائی میں اپنی رقیب پر اثر ڈالنے کے لئے کیا کرتی ہیں۔ مرزا صاحب خوب سمجھتے تھے کہ اگر پیشنگوئی پوری ہوگئی تو پھر تو خوب مزے اڑائیں گے۔ اور نہ پوری ہوئی تو یہ کہہ دیں گے کہ پیشنگوئی کا دوسرا جزء کوسنا تھا۔ وہ بھی تو پورا نہ ہوا۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ میری پیشنگوئی مخنث ہوئی، یعنی نہ سچی ہوئی نہ جھوٹی کیونکہ جھوٹی تو جب ہوتی جب وہ کوسنا بھی پورا ہوتا جو کذب کی پاداش کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اور اگر کوسنا پورا ہوگیا تو کسی کو قبر کے اندر کا حال کیا معلوم ہوگا ؎

اب تو آرام سے گذرتی ہے　　　عاقبت کی خبر خدا جانے

۴۔ نبی کے لئے ایک یہ شرط بھی ہے کہ اس نے ولادت سے وفات تک کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ اور نہ کوئی پیشنگوئی اس کی کبھی غلط نکلی ہو۔ اس معیار پر بھی مرزا صاحب کی نبوت درست نہیں نکلتی کون کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے کچہری کی نوکری کے زمانہ میں اہل معاملہ اور حکام سے جھوٹ نہ بولا ہوگا۔ پھر نبوت کی زندگی میں تو انہوں نے بے تحاشا سینکڑوں جھوٹ بول ڈالے گویا ان کی نبوت کا معیار جھوٹ بولنا ہی تھا ؎

اے لب یار تجھ کو میری قسم　　　کبھی سچی قسم بھی کھائی ہے۔

پھر مریدین اور گرفتاران دام بلا بزبان حال سوائے یہ کہنے کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؎

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا　　　جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

چنانچہ اسی کا یہ اثر ہے کہ جھوٹ بولنا ان کے اتباع میں بھی عیب نہیں بلکہ گلو غلاصی کے لئے اور بات بنانے کے لئے وہ اسے سنت اور موجب ثواب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میرے رسالہ راہ حق کے متعلق ایک قادیانی دوست نے مجھے یہ لکھا کہ مرزا صاحب نے چونکہ اُن یسوع کو بُرا بھلا کہا ہے۔ جو باپ اور دادا والے تھے۔ اس لئے یہ کہنا کہ انہوں نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں گستاخی کی جن کے متعلق حسب تعلیم قرآن ہمارا اور مرزا صاحب کا متفقہ عقیدہ یہی ہے۔ کہ آپ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ محض افترا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں انہیں مرزا صاحب کی کتاب کا حوالہ دیا جس میں انہوں نے عام یہودیوں کی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا کہا ہے۔ اور اس کے بعد

پھر میں نے اُن سے اس صریح دروغ یا خداع سے تائب ہونے کو کہا مگر وہ بیچارے پھر بالکل روپوش ہو گئے۔ پھر جب مرزا صاحب نے باپ دادا والے عیسیٰ کو گالی دی تو یہ اپنے ہی کو دی کیونکہ وہ بھی بزعم خویش باپ دادا والے عیسیٰ ہیں۔

پھر عقائد میں توحید و رسالت نہایت عظیم الشان عقیدے ہیں۔ توحید کے معنی صرف خداوند کائنات کو تنہا ہی سمجھنا نہیں ہے بلکہ اپنی تمام صفات کمالیہ میں اُسے یگانہ و یکتا ماننا اور جمیع عیوب سے اُسے منزہ یقین کرنا بھی ہے۔ اب آپ اس معاملہ میں مرزا صاحب کی تعلیمات ملاحظہ فرمائیں کہ وہ حق تعالیٰ کو خاکش بدہن کذب و خلف وعدہ سے منزہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ ومن اصدق من اللہ قیلا۔ (اللہ سے زیادہ سچا کون ہو سکتا ہے۔) مرزا صاحب کو سچا ماننے والے نعوذ باللہ خدا کو سچا نہیں مان سکتے۔ کیونکہ بقول مرزا خدا کے ہر وعدہ میں احتمال تخلف ہو گیا۔

پھر عقیدۂ رسالت کا حق بھی مرزا صاحب نے خوب ادا کیا کہ اس کے شریک و حصہ دار بن بیٹھے۔ حالانکہ تصدیق رسالت کے یہ معنی ہیں کہ آپ جو کچھ لائے وہ سب حق ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ بالکل آخری نبی ہیں۔ آپ پر نبوت کا اور آپکی شریعت پر دنیا کا خاتمہ ہے۔ آپ کے بعد نہ کوئی نئی شریعت اور نہ کوئی نیا نبی اور نہ کوئی نئی امت۔ مرزا صاحب نے اپنی جعلی نبوت کے لئے جیسے کچھ مکر و فسول پھیلائے ان کی امت اسے اور آگے بڑھا رہی ہے۔

مجھے اخبار الفضل میں ایک مضمون درود شریف میں اجرائے نبوت دیکھ کر اس طبقہ کی کور دلی پر افسوس ہوا۔ چنانچہ پہلے استدلال اور اس کے بعد جواب عرض کرتا ہوں۔

خلاصہ استدلال یہ ہے کہ نماز میں جو ہم اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم۔ پڑھتے ہیں۔ اس میں کما صلیت کی تشبیہ میں دلیل بین اس امر کی ہے کہ جس طرح ذریت ابراہیم میں نبوت کا دروازہ کھلا رہا۔ اسی طرح ذریت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کھلا رہے۔ (واے بر کوری اس پر کیا دلیل کہ بایں معنی یہ دعا قبول بھی ہو گئی۔)

ہمارے فقہاء نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت ذکر کی مختلف وجوہ ذکر فرمائی ہیں۔ اوّل یہ کہ آپ نے شب معراج میں حضرت سے فرمایا کہ ابلغ امتک السلام منی۔ اپنی امت کو میرا سلام پہنچا دیجئے۔ دوم، آپ ہی نے ہمارا لقب مسلم رکھا۔ ھو سماکم المسلمین۔ سوم، اس امر کی طلب کہ جیسے حضرت ابراہیم کو خلعت خلّت عطا ہوا۔ اسے اللہ اسی طرح ہمارے حضرت کو بھی اس مرتبہ جلیلہ پر فائز فرما۔ چہارم، پھر تشبیہ اصل صلوٰۃ (درود) میں ہے نہ کہ اسکی مقدار میں جیسا کہ قرآن مجید

میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں۔ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح - کہ ہم نے آپکی طرف بھی اسی طرح وحی بھیجی۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جیساکہ (حضرت) نوح (علیہ السلام) کیطرف بھیجی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہاں اصل وحی میں تشبیہ مراد ہے۔ نہ کہ اسکی مقدار اور کیفیت میں۔

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم۔ (اے امت محمدیہ) تم پر روزہ فرض کیا گیا، جیساکہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔ یہاں بھی تشبیہ اصل فرضیت صوم میں ہے۔ مقدار میں نہیں ہے۔ ورنہ پہلے تو چند ماہ کے روزے فرض تھے۔ اور اب ایک ماہ کے فرض ہیں —

احسن کما احسن اللہ الیک۔ (موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے فرمایا کہ) تو بھی (مخلوق پر) احسان کر جیساکہ اللہ نے تجھ پر احسان کیا۔ ظاہر ہے کہ یہاں بھی تشبیہ اصل احسان میں ہے۔ نہ کہ مقدار میں ورنہ قارون اور حق تعالیٰ کے احسان کی مساوات لازم آئے گی۔ اسی طرح اور بہت سے نظائر ہیں جو تفحص و تتبع سے مل سکتے ہیں۔

یہ امر کہ آخر تشبیہ سے کیا نفع اس کا جواب یہ کہ تاکید طلب مراد ہے۔ کہ اے اللہ جب آپ نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نازل فرمائیے جو کہ ان سے بھی افضل ہیں۔

پھر علی سبیل التنزل اگر یہ مان لیا جائے کہ تشبیہ مقدار ہی میں مراد ہے تو بھی یہ معنی ہونگے۔ کہ جسطرح اے اللہ ذرّیت ابراہیم میں نبوّت کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ اسی طرح ذریت محمد میں بھی جاری فرما۔ تو پھر بھی اس سے مرزا صاحب جو ایرانی نومسلموں کی نسل سے ہیں، نبی نہیں بن سکتے۔ اس کے لئے اہلِ بیت میں سے کوئی ہونا چاہیئے۔

نیز اگر یہ تشبیہ محض اسی بنا پر ہوتی کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذرّیت میں نبوت دی گئی تھی۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کا بھی ذکر ہوتا اور درود یوں ہوتا۔ کما صلیت علی نوح وعلی ابراہیم۔ الخ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں بھی نبوت دی گئی تھی۔ کما فی قولہ تعالیٰ۔ وانّ من شیعتہ (اے نوح) لابراہیم۔ (سورۃ الصٰفٰت) ولقد ارسلنا نوحا وابراہیم وجعلنا فی ذریتہما النبوۃ والکتٰب (سورۃ حدید) اس سے معلوم ہوا کہ کما صلیت کی تشبیہ میں ذریت میں نبوّت مانگنے کیطرف اشارہ نہیں کیونکہ اوّلاً یہ شرف حضرت نوح علیہ السلام کو حاصل ہوا اور ثانیاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ کما صلیت میں کسی ایسے امر کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کیلئے مخصوص تھا چنانچہ وہ امر خلّت ہے۔ (یعنی انتہائی محبت و دوستی) کما قال تعالیٰ اتخذ اللہ ابراہیم خلیلا۔ چنانچہ اس دعائے امت کو حضرت حق جل شانہٗ نے قبول فرمایا کہ آپکو نہ صرف خلیل ہی بنایا جیساکہ حدیث صحیحین میں ہے۔ (ولکن صاحبکم خلیل الرحمٰن) بلکہ حبیب بھی بنایا کہ یہ اس سے بھی اکمل مرتبہ ہے۔ ⁂